عدل اور اس کے تقاضے

محمد عقیل

عدل وہ بنیادی چیز ہے جس سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے اور کسی بھی معاشرے کی ترقی کیلئے امن ضروری ہے اور امن اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک عدل سستا اور عام نہ ہوجائے گویا کہ معاشرہ کی ترقی کا راز عدل ہی میں مضمر ہے۔ سید سلیمان ندوی کے بقول ''حکومت اور جماعت کا نظام قانون عدل پر ہی قائم ہوتا ہے اگر یہ نہ ہو تو حکومت اور جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے'' ارسطو کا مشہور مقولہ ہے کہ ''العدل قوام الملک'' کہ قوموں کی عمارت عدل کے ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے اور یہی وہ عدل ہے جس کو قائم کرنے میں تاریخ اسلام اپنی مثال آپ ہے اسلامی تاریخ میں عدل کے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ قاضیوں نے حکمرانوں کی پرواہ کئے بغیر اور کسی کمزور پر ترس کئے بغیر ایسے فیصلے کئے کہ کوئی دوسری قوم ایسے بے لاگ عدل کے فیصلے پیش کرنے سے قاصر ہے۔

لفظ عدل اور اس کی تعریف

کسی بھی چیز کو سمجھنے کیلئے اگر اس کے لفظ اور اس کی تعریف پر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے لفظ عدل لغوی طور پر برابری اور انصاف کے معنی پر بولا جاتا ہے یعنی کسی بھی چیز کو اس طرح دو حصوں میں تقسیم کرنا کہ وہ برابر ہوجائے لیکن اصطلاحی تعریف اس کی یہ ہے کہ کسی بھی چیز کا اپنی حدود کے اندر رہنا یہاں پر ایک قابل غور بات یہ ہے کہ عدل کا معنی ہر جگہ ناپ تول اور برابری نہیں۔ بلکہ حقوق کو ان کے توازن و تناسب کیساتھ ادا کرنا ہے۔ جس کی تعریف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے بڑے اچھے انداز میں کی ہے۔ عدل دو حقیقتوں کا مرکب و مجموعہ ہے ایک یہ ہے حقوق توازن و تناسب کے ساتھ قائم کئے جائیں دوسرا یہ کہ ہر ایک شخص کو بے لاگ طریقے سے اس کے حقوق ادا کئے جائیں اردو زبان مین لفظ عدل کو لفظ انصاف کیساتھ ادا کیا جاتا ہے جس کے معنی برابری مساوات کے ہیں جو کہ درست نہیں کیونکہ عدل کا معنی توازن و تناسب ہے نہ کہ برابری و مساوات گو کہ لفظ عدل بعض حیثیتوں سے برابری کیلئے بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ حقوق شہریت وغیرہ لیکن بعض حیثیتوں سے اس کے بالکل برعکس ہے جیساز کہ والدین و اولاد اور معاشرتی و اخلاقی حقوق۔

عدل قرآن کی نظرمیں

قرآن مجید ایک جامع اور مفصل کتاب ہے جو ہر دور کے انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے اور کرسکتی ہے عدل چونکہ کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے اس لئے قرآن حکیم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

فرمایا: اعدلوا هو اقرب للتقوی

عدل کرو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ان الله یامر بالعدل﴾ بے شک اللہ عدل کا حکم دیتے ہیں۔ (المائدہ: ۸) (النحل: ۹۰)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل، جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کیساتھ فیصلہ کرو (النساء: ۵۸) عدل کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں تو عدل کا اجتماعی طور پر حکم دیا گیا جبکہ دوسری طرف عدل کا حکم اپنے نفس کے بارہ میں بھی دیا گیا فرمایا: یا ایها الذین آمنوا کونو قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسكم اوالوالدين والاقربين، اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو گواہی دو (سچی بات کہو) اگر چہ وہ تمہارے اپنے یا والدین یا عزیزوں کے خلاف ہو (النساء: ۱۳۵)

عدل احادیث کی روشنی میں

احادیث رسول کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف انداز میں عدل کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب قو انفسکم واهلیکم نارا، حدیث: ۴۸۹۲)

اگر کوئی شخص خاندان کا سربراہ ہونیکی حیثیت سے اپنی اولاد میں انصاف نہیں کرتا تو اس کو بروز محشر پوچھا جائیگا اولاد کے درمیان انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ہی تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا: اتقوا الله واعدلو فی اولادکم، اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کیا کرو (بخاری، کتاب الھبہ باب الاشهاد فی الهبه حدیث: ۲۴۴۷)

اگر کسی صحابی نے اپنی لاعلمی کی بناء پر اپنی اولاد کے درمیان انصاف نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ٹوک دیا اور عدل کا حکم دیا اولاد کے حقوق کو پورا کرتے ہوئے انصاف کرنے کے بارہ میں درج ذیل حدیث کس قدر واضح ہے۔ عن النعمان ابن بشیر ان اباه اتی به النبی علیه الصلاة والسلام فقال انی نحلت ابنی هذا غلاما کان لی فقال

رسول اللہ ﷺ اکل ولدک نحلت مثل ھذا قال لا فقال ارجعه

نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں میرے والد مجھے لیکر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام تحفے میں دیا ہے جو میرا اپنا تھا نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اپنے ہر لڑکے کیلئے اسی طرح کا تحفہ دیا ہے کہا نہیں آپ نے فرمایا اس سے غلام واپس لے لو (بخاری شریف کتاب الھبہ للولد، حدیث ۲۴۴۶)

چونکہ آپ کسی ایک بستی یا ایک علاقے کیطرف نہیں بھیجے گئے بلکہ ﴿انی رسول اللہ الیکم جمیعا﴾ کے مصداق قیامت تک آنیوالی انسانیت کیلئے ھدایت کا سر چشمہ بن کر آئے اس لئے آپ کا لایا ہوا دستور اور آئین بھی قیامت تک رہنمائی کر سکتا ہے اور کریگا اس لحاظ سے آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جو کام یا فیصلے کئے وہ اسی اجتماعیت و عالمگیریت کو سامنے رکھتے ہوئے کیے اور یہی وجہ ہے کہ جب اسامہ بن زید نے بنو مخزوم کی چوری کرنیوالی فاطمہ نامی عورت کی سفارش کی تو آپ نے ان کی سفارش کو رد کرتے ہوئے اور عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فرمایا:

انما اھلک الذین قبلکم انھم کانو اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق منھم الضعیف اقامو علیه الحد وایم اللہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا (بخاری)

تم سے پہلے لوگوں کو اس چیز نے ہلاک کیا کہ اگر ان میں کوئی بلند مرتبے والا چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اگر ان میں سے کوئی کمزور چوری کرتا تو وہ اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ تو آنحضرت [illegible] کے فیصلے تھے جو پوری کائنات [illegible] تھے لیکن اگر [illegible] ۱۰۰ [illegible] کو دیکھا جائے تو

ان کے ماننے والے بھی اسی طریقہ پر چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں سمرقند فتح ہونیوالا تھا تو اہل شہر کو پتہ چلا کہ مسلمان کسی بھی علاقہ پر چڑھائی کرنے سے پہلے تین شرطیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام قبول کرو

۲۔ جزیہ دے دو

۳۔ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

لیکن مسلمان فوج نے سمرقند کو فتح کرتے ہوئے ان شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا اور شہر کے اندر داخل ہوگئی اس پر اہل علاقہ نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے ایک وفد حضرت عمر بن عبدالعزیز کیطرف بھیجا انہوں نے وہاں جاکر مسلمان فوج کا شہر میں داخل ہونے کا انداز بیان کیا تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فوراً یہ حکم جاری کیا کہ شہر کا قاضی جب بھی میرا یہ حکم نامہ پائے تو فوراً فوج کو شہر سے باہر نکلنے کا حکم دے دے چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا اس وقت مسلمانوں کے مکان بن چکے تھے اور انہوں نے کھیتیاں بھی جوت لیں تھیں لیکن حکم امیر کی اطاعت کرتے ہوئے سب کچھ چھوڑ کر سپہ سالار اپنی فوج کو لیکر شہر سے باہر جاکر کھڑا ہو گیا جب بت پرست یا بدھ مت ماننے والوں نے اطاعت امیر اور عدل وانصاف کا یہ عالم دیکھا تو کہا اب تم کو شرائط پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں اس لئے آؤ ہم کو مسلمان کرو اور شہر میں داخل ہو جاؤ۔ (کتاب حدیث پاکستان، ابو الحسن ندویؒ)

غور فرمایئے عدل کے برعکس ظلم کی تعریف یہ ہے۔

﴿وضع الشیء غیر محله﴾ کسی چیز کو اس کی جگہ ومقام سے ہٹا کر کسی اور جگہ رکھ دینا۔ جب بھی یہ صورت پیش آتی ہے عدل اور انصاف کو درحقیقت پاؤں تلے روندھا جاتا ہے اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو پاکستان کی اٹھاون سالہ تاریخ میں اسی طرح عدل کے اصولوں کو پامال کیا جاتا رہا ہے اور پاکستان میں سب سے زیادہ حکومتوں کے تغیر وتبدل کیوجہ ہی یہ ہے کہ اس ملک میں قرآن وسنت کے نفاذ کی بجائے ان کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین رائج کرتے رہے نتیجتاً اس جرم کی سزا مختلف انداز میں پاتے رہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ سابقہ لوگوں سے سبق حاصل کرکے اپنی اصلاح کی جائے لیکن موجودہ حکومت بھی برے انجام والی راہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ عدل کا تقاضا تو یہ تھا کہ شریعت کا نفاذ ہوتا لیکن حکومت نے اس کو نافذ کرنے کی بجائے اس کا استہزاء سرعام شروع کر دیا عورتوں کو ان کے گھروں سے نکال کر الیکشن کی دعوت دی اور معاشرے کو اجتماعی طور پر فحاشی کی طرف دھکیل دیا گیا جبکہ قرآن نے یہ حکم فرمایا: وقرن فی بیوتکن ولا تبرج تبرجا الجاھلیة الاولیٰ۔ اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جہالت والی عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کرکے نہ نکلو۔ اور سود کو جائز قرار دیکر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ بھی شروع کر دیا جبکہ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ آدمیوں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت ہے جن میں سے ایک وہ حکمران ہے:

﴿والمتسلط بالجبروت لیعز من اذله اللہ ویذل من اعزہ اللہ﴾ کے وہ حکمران جو جبر کیساتھ مسلط ہوتا کہ جن کو اللہ نے ذلیل کیا ان کو عزت دے اور جن کو اللہ نے عزت دی ان کو ذلیل کرے۔ اور شاید اسی لعنت کا مستحق بننے کیلئے حکومت نے فرنٹ لائن اتحادی ہونیکا تمغہ حاصل کیا اور امریکہ کے ہراول دستے کا کام موجودہ حکومت دے رہی ہے۔ اور حدیث کے دوسرے ٹکڑے کا مصداق بنتے ہوئے مدارس وعلماء پر پابندی عائد کی جارہی ہے اگر ان لوگوں کے نزدیک قرآن وسنت کو پس پشت ڈالنا ہی عدل ہے تو پھر وہ وقت دور نہیں جب انکا انجام بھی سابقہ حکومتوں جیسا ہی ہوگا۔ اللہ ہم کو اپنی حیثیت کے مطابق عدل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم کو نیک حکمران عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆